

قاتل و یڈ یو گیمز

زین، لاہور کے نزدیک ایک چھوٹے سے قصبہ کا ہے کاربنے والا ہے۔ اسے ہر وقت ویڈ یو گیمز کھیلنے کا جنوں تھا۔ گھنٹوں کمرے میں بند نت نئی گیمز کھیلنے میں مشغول رہتا تھا۔ گھروالوں سے ملنا جتنا بھی واجبی ساتھا۔ کم عمر تھا اور اس کی پوری زندگی اب موبائل پرو یڈ یو گیمز پر مرکوز ہو چکی تھی۔ سکول میں کیا ہورہا ہے۔ تعلیمی نتائج کیونکر اتنے نیچے جا چکے ہیں۔ وزن تیزی سے کیسے بڑھ چکا ہے۔ اسے کسی بھی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔ بس بند کمرہ اور خاموشی۔ صرف اور صرف ویڈ یو گیم کھیلنا اس کی زندگی بن چکا تھا۔ ماں ڈاکٹر تھی اور اس کے اور بھی تین بچے تھے۔ سارہ نور اور جنت بیٹیاں اور تمور بیٹا تھا۔ جنت سب سے چھوٹی اور لاڈلی تھی۔ اس کی عمر آٹھ برس تھی۔ وہ بھی زین کو کہتی رہتی تھی کہ بھائی، کمرے سے باہر نکلو، کہیں باہر چلتے ہیں۔ چلو گھر میں کر کٹ کھیل لیتے ہیں۔ مگر زین کا جواب ہمیشہ ایک جیسا ہوتا تھا۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ گیم کھیل رہا ہوں۔ ڈاکٹر ناہید جو کہ ذین کی والدہ تھیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو ٹوکنا شروع کر دیا کہ وہ سارا سارا دن کمرے میں بند ویڈ یو گیمز کیوں کھیلتا رہتا ہے۔ یہ مناسب بات نہیں ہے۔ مگر زین اپنی والدہ اور بہن بھائیوں کی کوئی بات نہیں مانتا تھا۔ اس کے لئے تو ویڈ یو گیمز ہی سب کچھ تھیں۔ کچھ عرصہ سے زین نے پب جی نام کی نئی گیم منگوائی تھی۔ اس کے بعد تو وہ مکمل دن اور رات پب جی کھیلتا رہتا تھا۔ ڈاکٹر ناہید ایک دن کمرے میں گئی اور بہت غصہ سے منع کیا کہ خبردار یہ عادت اور حرکات چھوڑو۔ یہ تمہاری صحت کے لئے بہت خطرناک ہے۔ زین کو یہ عن تعن بہت بری لگی۔ باہر گیا۔ کسی سے پستول لیا۔ چپکے سے گھر آیا۔ اپنی والدہ دونوں بہنوں اور بھائی کو قتل کر دیا۔ یہ خبر قیامت کی طرح چاروں اطراف پھیل گئی۔ پولیس آئی، تفتیش شروع ہوئی، معمولی سی تفتیش سے بات کھول کر رکھ دی۔ اپنے خاندان کا قاتل زین ہی تھا۔ اسی نے یہ اندوہناک حرکت کی تھی۔ اب وہ پولیس حراست میں ہے۔ ٹھیک دو ہفتے پہلے کا واقعہ ہے۔

بالکل اسی نوعیت کے ایک اور واقعہ کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہوں۔ نواں کوٹ لاہور میں بلاں نامی ایک شخص رہتا تھا۔ اس کے گھر یلو مسائیں کافی تھے۔ بیوی چھوڑ کر جا چکی تھی۔ اب اس نوجوان نے کیا طیرہ اپنایا۔ سارا دن اور رات پب جی گیم کھیلتا رہتا تھا۔ یہ وہی بد جنت گیم تھی، جو اس سے پہلے بیان شدہ واقعہ کا ملزم یعنی زین کھیلنے میں مشغول رہتا تھا۔ ملال نے ایک حد درجہ خطرناک بات سو جی۔ فیصلہ کیا کہ پہ بھی گیم کو عملی زندگی میں کھیلنا شروع کر دے۔ یعنی جس

طرح ویڈیو گیم میں قتل و غارت ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح اپنے اردو گرد زندگی میں بھی یہی سب کچھ شروع کر دے۔
بلال نے کہیں سے اسلحہ لیا۔ گھر آ کر پہ جی گیم کا ایک کریکٹر بن گیا۔ گھر میں اہل خانہ سے خون کی ہولی شروع کی،
بہن، بہنوئی اور ان کے ایک دوست کو قتل کر دیا۔ بلال اب ڈینی طور پر پہ جی گیم کا ایک خونی کردار تھا۔ فرق صرف یہ کہ
وہ گیم سے باہر نکل کر عام دنیا میں آچکا تھا۔ اس کے بعد گلی میں نکل گیا۔ والدہ اور بھائی، سودہ سلف لے کر گھر واپس آ
رہے تھے۔ بلال نے ان پر بھی فائرنگ شروع کر دی۔ دونوں شدید زخمی ہو گئے۔ مگر زندہ بچ گئے۔ معاملہ یہی ختم نہیں
ہوتا۔ گلی میں دو چار لوگ موجود تھے۔ بلال نے ان پر بھی فائرنگ شروع کر دی۔ وہ زخمی ہوئے مگر خدا کی قدرت کے بہر
حال زندہ رہے۔ ورنہ بلال نے ان سب کو قتل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ جب پولیس نے اسے گرفتار کیا۔ تو
بلال نے کہا۔ کہ اس نے تو کسی کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ وہ تو پہ جی گیم کے مطابق آن لائن فائرنگ کر رہا تھا۔ وہ تو
ویڈیو گیم کھیل رہا تھا۔ بہر حال بلال اب جیل میں ہے اور قتل کے مقدمہ کو بھگت رہا ہے۔

ہمیں انہتائی سنجیدگی سے ان معاملات کو خانگی اور حکومتی سطح پر حل کرنا چاہیے۔ Nust کی ایک تحقیقاتی رپورٹ
کے مطابق یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم طلباء اور طالبات اکاؤن فیصد، انٹرنیٹ گینگ ڈس آرڈر (Internet
Gaming Disdorder) میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ پڑھے لکھے اور تعلیمی اداروں کے بچوں اور بچیوں کے متعلق
عرض کر رہا ہو۔ یہ ایک شدید طرز کی نفسیاتی بیماری ہے جس میں مبتلا انسان کسی بھی منفی طرز عمل کو اپنا سکتا ہے۔ تحقیق
میں یہ بھی درج ہے کہ جو بھی انسان ایک ہفتہ میں چالیس گھنٹے تک ویڈیو گیم کھیلتا ہے وہ اس نفسیاتی بیماری کا شکار ہو سکتا
ہے۔ اگر ایک جوان لڑکا یا لڑکی، سات دنوں میں تقریباً دو دن، صرف ویڈیو گیم کھیلے گی تو تعلیمی محنت کس وقت ہوگی، بلکہ
کیا خاک ہوگی۔ مطلب یہ کہ تعلیم سے بھی فراغت اور ساتھ ساتھ شدید نفسیاتی بیماریاں بھی شروع۔ عرض کرنا چلوں کہ
اس معاملہ کی ابتداء کیسے ہوتی ہے۔ والدین، چھوٹے چھوٹے بچوں کو مصروف رکھنے کے لئے موبائل فون دے دیتے
ہیں۔ بچے ان پر معمولانہ ویڈیو گیمز کھیلنی شروع کر دیتے ہیں۔ آپ کمپیوٹر، ٹبلٹ یا موبائل فون بچوں کے ہاتھ سے لیں،
تو وہ دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیتے ہیں۔ جیسے ہی فون واپس کریں تو بڑی خاموشی سے دوبارہ مصروف کارہو
جاتے ہیں۔ دو دو چار چار سال کے بچے کئی کئی گھنٹے اپنے بزرگوں کے موبائل فونز پر یہ تماشا لگائے رکھتے ہیں۔ اب عملی
طور پر کیا ہوتا ہے۔ ماں باپ فخر یہ طریقے سے مہماںوں اور عزیز رشتہ داروں کو بتاتے ہیں کہ ہمارا پچھے تو بس کمپیوٹر ماسٹر بن
جکائے۔ موبائل فون کا استعمال تو میرے سے بھی بہتر کر لیتا ہے۔ ماں اسے نہیں منے نہیں کی ٹیکنیکل فراست دیکھ کر

واری واری جاتی ہے۔ اسے عملی زندگی میں بل کیس سمجھ رہی ہوتی ہے۔ مگر حقیقت میں ہو کیا رہا ہوتا ہے۔ معصوم بچہ یا پچی ماں باپ کی نسبتی کی بدولت گینگ ڈس آرڈر کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔ برانہ منایے گا۔ آج کل کی ماں کی اکثریت بچوں کی تربیت پر اتنی محنت ہی نہیں کرتیں کہ انہیں ادراک ہو پائے کہ ایک مہلک بیماری ان کے چاند کے نزدیک پہنچ چکی ہے۔ بالائی طبقے میں تو یہ معاملہ بالکل عام سا ہے۔ اکثر مائیں بارہ ایک بجے اٹھتی ہیں، خاوند کام کا ج کے سلسلے میں باہر جا چکا ہوتا ہے۔ بچوں کو گھر کی نوکرانیوں یا غیر ملکی میڈیز کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ انہیں کیا غرض کہ بچے موبائل فون کی ویڈیو یوگم سے کس خطرناک طور پر متاثر ہو رہا ہے۔ ان کی بلا سے جو مرضی ہو۔ جب والدین کو ہی اپنے لعلوں کی فکر نہیں تو ملاز میں کارو یہ تو اور بھی ظالمانہ ہو گا۔ یہ تو فطری بات ہے۔ بخدا آج کی حد درجہ پڑھی لکھی ماں کی اکثریت سے پرانے طرز کی ان پڑھ یا نیم خواندہ مائیں ہزار درجے بہتر تھیں۔ بچوں پر چوبیں گھنٹے کڑی نظر رکھتی تھیں۔ تھوڑے سے بڑے ہوتے تھے تو ان کے دوستوں کی لمبی چوڑی پڑتال ہوتی تھی۔ مجال ہے کہ کوئی لوفر یا خراب ذہن کا نوجوان ان کے بچوں کے قریب بھی پھٹک سکے۔ یقین فرمائیے۔ وہ فرشتہ سیرت مائیں اپنے بچوں کی اس طرح حفاظت کرتی تھیں، جیسے شیرنی اپنے بچوں کی کرتی تھی۔ نوجوانی میں بھی یہی عالم تھا۔ گھر کی بچیاں، بھائی یا کسی بزرگ کے بغیر گھر کی دہلیز سے باہر قدم نہیں نکال سکتی تھیں۔ وہ کیا کر رہی ہیں، اور کیا نہیں کر رہی، یہ سب کچھ ماں اور باپ دونوں کے علم میں ہوتا تھا۔ نہیں، کہ ماضی میں ہر چیز درست تھی۔ مگر والدین کا اولاد پر اثر حد درجہ موثر تھا۔

آج کی مثال بھی دینا چاہتا ہوں۔ کئی والدین کو جانتا ہوں جو اپنی اولاد کو کسی صورت میں ویڈیو یوگم کے نزدیک نہیں جانے دیتے۔ انہیں کتابوں کی طرف لے کر آتے ہیں۔ کمروں کے اندر انہی کی دیدہ زیب کتابیں سجا کر رکھتے ہیں۔ بچے نہ چاہتے ہوئے بھی چھوٹی چھوٹی کتابوں کی طرف فطری طور پر مائل ہو جاتے ہیں۔ اور جیسے جیسے بڑے ہوتے ہیں۔ پڑھنا اور محنت کرنا ان کی عادت بن جاتی ہے۔ اپنے گھر سے شروع کرنا چاہتا ہوں۔ مبارز اور حمزہ میرے دونوں بیٹے بچپن ہی سے چھوٹی چھوٹی کتابیں پڑھنے لگ گئے تھے۔ چوتھی یا شاید پانچویں کلاس میں ایک دن دیکھا کہ بڑا بیٹا مبارز ایک ضخیم سا انگریزی ناول پڑھ رہا تھا۔ کافی حیرانگی ہوئی۔ کیونکہ یہ تو میرے جیسے بندے کے لئے بھی پڑھنا کافی مشکل تھا۔ پوچھا تو پتہ چلا کہ ہیری پوٹر کی نئی کتاب آئی ہے۔ اور صاحبزادے اس کو پڑھ رہے ہیں۔ چھوٹے بیٹے حمزہ کا بھی یہی حال ہے۔ اب وہ بڑے ہو گئے ہیں۔ الہذا سنجیدہ کتابیں پڑھتے رہتے ہیں۔ نہیں کہ گھر میں ویڈیو یوگیمز کھلنے کا لے سٹیشن نہیں ہے۔ بالکل ہے۔ مگر بچوں کی تربیت اس تووازن کی ہوئی ہے کہ وہ مدد لوگیمز بہت کم دلکھتے ہیں۔

بچوں کا ذہن حد درجہ ناپختہ ہوتا ہے۔ آپ جس طرف مرضی لے جائیں۔ میری اہلیہ نے شدید ریاضت کر کے دونوں بچوں میں لکھنے پڑھنے کا شوق ڈالا ہے۔ اسی طرح بہت سے لوگوں کو جانتا ہوں۔ جنہوں نے ویڈیو گیمز کو بڑی احتیاط سے گھروں میں استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ یہی سمجھداری کا تقاضا ہے اور یہی معاملہ فہمی ہے۔ نئی نسل کی تربیت کا درست طریقہ بھی یہی ہے۔ مگر کیا کروں۔ والدین کی معمولی سی کوتاہی سے ان گنت بلال اور زین پیدا ہو چکے ہیں۔ ان کی ذہنی ساخت کوں تبدیل کرے گا؟ یہ ایک نیا سماجی المیہ ہے۔ جس پر کسی کا بھی کوئی دھیان نہیں۔ اب تو بگاڑخون ریزی تک پہنچ چکا ہے۔ آگے دیکھے اور مزید کیا عذر اب پیدا ہو گا۔ بہر حال بچوں کو ویڈیو گیمز کے مسلسل استعمال سے بچائیں۔ اس میں آپ کی اور ان کی بہتری ہے۔